عہد نبوی میں صحابیات کا منظوم خراجِ عقیدت
(ایک علمی وادبی اور تحقیقی مطالعہ)

تحقیق وتہذیب
پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری
(رئیس کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی)

بلاشبہ ابتداءِ اسلام میں ادبِ عربی کا ذوق وشوق اور شاعری سے از حد شغف صرف مرد شعراء تک ہی محدود نہ رہا تھا بلکہ سرزمین عرب کی فضائیں عطر شاعری اور ذوق ادبی سے اس درجہ معطر تھیں کہ مرد و زن دونوں ہی کو اس فن میں ملکہ تامہ حاصل تھا۔ بعض صحابیات شعراء تو ذوق شاعری میں مرد شعراء سے بھی آگے آگے تھیں اور وہ مقام شہرت تک جا پہنچیں۔ اور بعض کو فی البدیہ اشعار سنانے میں بھی ویسا ہی کمال حاصل تھا جیسے کہ مرد شعراء کو۔[1]

سیرت ابن ھشام [2] کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی چھ صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ	۲۔ برہ بنت عبدالمطلبؓ
۳۔ عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ	۴۔ ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلبؓ
۵۔ امیمہ بنت عبدالمطلبؓ	۶۔ اور اروٰی بنت عبدالمطلبؓ

یہ سب کی سب بہت عمدہ شعر کہتی تھیں۔ اور انکے علاوہ ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل۔

۱۔ ہند بنت عتبہ	۲۔ صفیہ بنت مسافر
۳۔ ہند بنت اثاثہ	۴۔ قتیلہ بنت حارث

۵۔سبعیہ بنت الاحب ۶۔ میمونہ بنت عبداللہ

(انہوں نے کعب بن اشرف کا ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا، اسی طرح اور بہت سی خواتین شاعرات ہیں ان میں ''نعم زوجہ شماش بن عثمان'' ۲۔کبشہ بنت رافع (حضرت سعدؓ کی والدہ سعدیہ حضرت عثمان غنیؓ کی خالہ سلمیٰ جنہوں نے فتح مکہ پر اشعار کہے تھے) ۲۔عمرہ بنت ورید (جس نے اپنے باپ ورید بن صمہ کے قتل پر شعر کہے) سلمیٰ بنت عتاب (جس نے غزوہ بنوالغبر پر شعر کہے)۔

۱۰۔عصماء بنت مروان جو زیادہ تر رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشتعال انگیز شعر کہتی تھی۔

جب ہم عصرِ جاہلیت سے نکل کر عہد اسلامی میں قدم رکھنے والی شاعرات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں حضرت خنساءؓ کا مقام بہت بلند تر نظر آتا ہے۔انکے علاوہ خاندانِ نبوت میں جن کے اشعار پائے جاتے ہیں ان میں حضورِ اکرم ﷺ کی تمام پھوپھیوں میں حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب اور صاحب زادیوں میں حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراءؓ کے اشعار بھی انتہائی متبرک، مقدس فصاحت و بلاغت سے مملوء نظر آتے ہیں

تاریخ گواہ ہے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو رنج و غم کی گھٹائیں جس طرح چھا گئی تھیں اس روز مسلمانوں کا عالم عجیب تھا، دوشنبہ کا روز تھا۔کتاب ''اَصَحُّ السیر'' [۳] میں ہے کہ حضرت حسانؓ بن ثابت سے یہ سنا گیا کہ۔

بِأبی و امی من شهدت و فاته

فی یوم الاثنین النبی المهتدی

ترجمہ:

یعنی اس نبی مہتدی پر میرے ماں باپ قربان، جن کی وفات دوشنبہ کو میرے سامنے ہوئی۔

اور حضورِ اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد اس ہجر و فراق کی کیفیت حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراءؓ بنت رسول اللہ ﷺ اپنے رنج و غم کا اظہار اس طرح فرماتی ہیں:

ماذا علی من شم تربة احمد

الا لیشم مدی الزمان غوالیا

ترجمہ:

جس نے ایک مرتبہ بھی خاکِ پائے مصطفیٰ سونگھ لی، اس کو پھر سے ضرورت نہیں کہ وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو بھی سونگھے۔

"صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام عدن لیا لیا"

تجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کی جدائی میں وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی پڑی ہیں کہ یہ مصیبتیں اگر کسی اور پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں بدل جاتے؟ آپ مزید فرماتی ہیں[4]۔

اغبر افاق السماء و کورت — شمس النهار وا ظلم الازمان
والارض من بعد النبی کیبة — اسفا علیه کبیرة الاحزان
فلیبکه شرق البلاد و غربها — یا فخر من طلعت له النیران
یا خاتم الرسول المبارك — صنوة صلی علیك منزل القران

ترجمہ۔

اور یہ بھی ہوا کہ آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ۔

''اور زمین نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بھی مبتلاءِ درد ہے، انکے غم میں سراپا ڈوبی ہوئی ہے''۔

اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی، انکی جدائی پر فخر تو صرف انکے لئے ہے جن پر روشنیاں چمکیں۔

و الیبکهٗ متطرد الاشم وجوه
کاالبیتِ و الستارِ والارکان

اور چاہئے کہ آپ ﷺ پر بلند پہاڑ اور اس کی فضاء روئے جس طرح خانہ کعبہ، پر ارکانِ خانہ کعبہ روئے تھے۔

''اے آخری رسول اللہ ﷺ آپ برکت وسعادت کے جوئے فیض ہیں' اور آپ پر تو قرآن نازل فرمانے والے ربّ نے درود وسلام کا نذرانہ بھیجا ہے۔

حضرت خاتونِ جنتؓ کے اس خیال ''ماذا علیٰ من شم ترب احمد کو حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے بھی قصیدہ بردہ میں یوں بیان کیا ہے۔

لا طیب لیعدل تربا ضم اعظمه'

طوبیٰ لمنتشق منه و ملتثم

کیا کوئی خوشبو ایسی ہوگی؟ جیسی لحد مبارک میں آپ کے جسم اطہر سے ہے؟ اس کو مبارک ہو جو اس مٹی کو سونگھ لے، اور چوم لے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت خاتونِ جنتؓ کے حوالہ سے ہی مندرجہ ذیل اشعار بھی مذکور ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد کہے گئے ہیں جس میں محبت رسول کا اعلیٰ اظہار کیا گیا ہے۔

اذا اشتد شوقی زرتُ قبركَ باكياً

انوح واشكواْ لااراك مجاوبی

ترجمہ:

میرے پیارے ابو جان جب میرا شوق شدید تر ہو جاتا ہے تو بحالت گریہ آپ کی قبر کی زیارت کرتی ہوں، نوحہ کرتی ہوں اور شکایت کرتی ہوں پر آپ کو اپنا جواب دینے والا نہیں پاتی ہے۔

یا ساكن الصحرآء علمتنی البكاء

وذكرك انسانی جميع المصائب

ترجمہ:

پس اے صحرا کے ساکن تو نے مجھے رونا سکھایا اور تیرے ذکر نے تمام مصیبتوں کو بھلا دیا۔

ان كنت عنی فی التراب مغيبا

فما كنت عن قلبی الحزينِ غائب

ترجمہ:

پس اگر آپ مجھ سے بچھڑ کر مٹی میں چھپ گئے ہیں تو کیا ہوا؟ آپ میرے غمگین دل سے غائب تو نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی شاعری اور رسالت مآب ﷺ:

قرآن کریم میں سورۃ نور نازل ہوئی، وہ ہستی کہ جن کا حجرۂ مبارکہ مزار مبارک میں تبدیل ہو کر رفاقت سید عالم ﷺ کے مرکز انوار تجلیات بن گیا، اور قیامت تک کے لئے مسلمانانِ عالم کی جبیں سائی کے واسطے آستانِ کرم ہو گیا' جمال مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ سامانی کی دیدنی جیسی انہیں میسر تھی وہ کسی اور کا حصہ کہاں؟ آپ فرماتی ہیں۔

متیٰ یبدُ فی الداجی البھیم جبینہ　　یلح مثل مصباح الدجیٰ المتوقد
فمن کان ومن قد یکون؟ کا حمد　　نظام لحق أو نکال لملحد

ترجمہ:۔

اندھیری رات میں آپکی پیشانی نظر آتی ہے تو اسطرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے جیسا کون تھا اور آئندہ کون ہوگا؟ حق کا نظام قائم کرنیوالے اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والے۔[5] اسی جذبۂ محبت کو مولانا احمد رضا خان بریلوی یوں بیان کرتے ہیں۔

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا [6]

حضرت ام المومنین والمومنات حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک حدیث میں فرماتی ہیں۔

''میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور ﷺ میرے روبرو بیٹھے ہوئے تھے اور آپ جوتوں میں پیوند لگا رہے تھے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں اس حسین منظر نے مجھے چرخہ کاتنے سے روک دیا، بس میں آپ کو مسلسل دیکھے جا رہی تھی آپ نے فرمایا'' تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض

کی، آپ کی پیانی پر پسینہ کے قطرات ہیں جو نور کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ جملہ فرما کر پھر حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

اگر ابوکبیر ہذلی آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقیناً یہ یقین کر لیتا کہ اس شعر کے مصداق آپ ہی ہیں۔

واذا نظرت الی اسرة وجهه

برقت کبرق العارض المتهلل [۷]

پھر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ رنگ تغزل سے مملوء اس شعر کے منظر کو حسین تشبیہات و استعارات کا جامہ پہنا کر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

آب زر بنتا ہے عارض کا پسینہ نور کا

مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا [۸]

پھر ۵۳ھ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے برادر اکبر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق ؓ کا انتقال مکہ میں ہوگیا تو ام المومنین ؓ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ حج کے ارادے سے مکہ تشریف لائیں اور بھائی کی قبر پر بھی گئیں، قبر پر کھڑی ہو کر بے اختیار اشکبار ہوگئیں اور اسی حال میں یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وکنا کند مانی جذیعة حقبة　　من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرتنا کافی و مالکاً　　لطول اجتماع لم بنت لیلة معا

اس کے بعد اپنے مرحوم بھائی کی روح کو مخاطب فرماتے ہوئے بولیں!

بخدا۔ اگر میں تمہاری وفات کے وقت یہاں موجود ہوتی تو اسقدر نہ روتی، اور تم کو اس مقام پر دفن کرتی جس جگہ تمہاری وفات ہوئی تھی۔ [۹]

ام معبد (عاتکہ بنت خالد) کا ذوق ادبی:

اندھیری رات میں جگنو کے جگمگانے کا بھی عجیب منظر ہوتا ہے، روشنی کا یہ لمحے لمحے احساس کسقدر حسین اور دلفریب ہوتا ہے۔ ضلالتِ کفر اور عصرِ جاہلیت کی تاریخ، جہاں قتل و غارت گری، لوٹ مار، اور افراتفری و انتشار کے واقعات سے لبریز ہے وہاں انسانیت کا سر بلند کرنیوالے واقعات بھی اندھیروں میں جگنو کی طرح روشنی کا احساس دلاتے رہے ہیں۔

سنگلاخ زمین ہے اور چلچلاتی دھوپ، جس پر ایک خیمہ نصب ہے، جس میں ایک معمر خاتون ہیں جن کی ملکیت چند بکریاں، جن کے اوصاف ہمدردی و مروت، مہمان نوازی، اور انسانی قدروں کی روشنی بنکر جگمگا رہے ہیں۔ کوئی مسافر بھوکا، یا پیاسا گذرے اسے اپنے مشکیزہ کا ٹھنڈا پانی، بکری کا تازہ دودھ اور چند کھجوریں پیش کرنا اس کی مراد اور اس کا مزاج بن گیا ہے، قبیلہ خزاعہ کی یہ خاتون صحرا میں پھول کی مانند رہی ہے عجیب اتفاق ہے کہ جس خاتون کے خیمہ سے ہر تشنہ لب مسافر کو دودھ اور کھجور کا تحفہ دیا جاتا ہے آج جب اس خیمہ پر دور دراز کا سفر کر کے حوضِ کوثر کا ساقی اپنے رفیق کے ہمراہ پہنچا تو اس خاتون کے پاس ضیافت کیلئے نہ کھجوریں ہیں اور نہ ہی دودھ ہے، غارِ ثور سے مدینہ کی جانب صبر آزما سفر کرتے ہوئے رحمت للعالمین ﷺ اپنے یارِ غار سیدنا صدیق اکبرؓ اور راستہ بتانے والے دیگر دو افراد کے ہمراہ یہاں پہونچے تو رحمتِ عالم نے اس بوڑھی خاتون سے فرمایا ''اے خاتون کھانے کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟ خاتون حیرت سے اُس سراپا حسن اور مجسم نور کو دیکھنے میں محو ہو چکی تھی، چونک کر بولی ''افسوس کہ خیمہ میں اس وقت آپ لوگوں کی ضیافت کیلئے کچھ بھی نہیں ہے''۔[10]

مشیت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ دونوں جہاں کی نعمتیں بانٹنے والے کے ہاتھوں سے ہی جود وسخا کا مظاہرہ ہو، اور اس بوڑھی خاتون کو مالا مال کر دیا جائے، ورنہ اُمّ معبد کا نام آج تاریخ کا حصہ نہ ہوتا، اگر صورت حال اس کے برعکس ہوتی رحمت عالم ﷺ کی نگاہ خیمہ کے اس گوشہ پر پڑی جہاں ایک نحیف و نادار بکری اپنی کم نصیبی سے نجات پانے کی امید میں دستِ ''معجز نما'' کا انتظار کر رہی تھی، حضور نے فرمایا ''یہ بکری کیسی ہے؟'' خاتون نے حسرت سے جواب دیا یہ بہت ہی کمزور اور نڈھال ہوگئی ہے بے چاری ریوڑ کے ساتھ چل بھی نہیں سکتی، اسلئے یہاں ہی چھوڑ دیا گیا ہے، حضور نے فرمایا' کیا ہمیں اسکا دودھ بھی ملجائے گا؟ اُمّ معبد نے جواب دیا یہ دودھ بھی نہیں دے سکتی، کائنات کے خزانوں پر تصرف کرنے والی ہستی نے اُمّ معبد سے اجازت چاہی کہ کیا میں اس بکری کو دُوہ سکتا ہوں؟ الفاظ میں اتنی جاذبیت اور اثر تھا کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بکری کے تھن دودھ سے محروم ہیں۔ اُمّ معبد نے بکری کو حضور کی خدمت میں پیش کر دیا، صحرا کو اپنے قدموں سے لالہ زار بنا دینے والی ہستی نے بسم اللہ کہہ کر تھن پر دستِ مبارک رکھ دیا اور تھن اسی لمحہ دودھ سے بھر گئے، ایک برتن طلب فرمایا وہ بھر گیا آپ نے خود نوش فرمایا، پھر دوہا گیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے سیر ہو کر نوش فرمایا اسی طرح سیدنا صدیق اکبرؓ کے غلام **عامر بن فهیره** اور **عبدالله بن ارقطه** نے سیر ہو کر پیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پیالہ پھر ایک مرتبہ بھر دیا اور یہی لبریز پیالہ اُمّ معبد کی طرف بڑھا دیا اور یہ قافلہ رحمت اپنی منزل کیطرف روانہ ہوگیا۔ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ام معبد کی نگاہیں دور تک اس پیکرِ

جمال ونور کا تعاقب کیسے اور کس طرح کرتی رہیں؟ یا اس بکری کی نگاہ خزاں کو بہار میں بدل دینے والی ہستی کو دیر تک تکتی رہیں؟۔

اُمّ معبد کا شوہر بکریوں کو چرا کر جب شام گھر پہنچا تو اسے پیالہ دودھ سے بھرا ہوا پا کر سخت تعجب ہوا اور دریافت کیا، تو ام معبد نے سارا ماجرا بیان کر دیا، شوہر نے پوچھا وہ کون تھا؟ اس کا حلیہ کیا تھا؟ اُمّ معبد کی آنکھوں میں وہ نقش نور قیامت تک کیلئے جم گیا تھا۔ اس سے کیوں کر بھلا سکتی تھی انوار وتجلیات الٰہی کو پیکر خاکی میں دیکھنے والی خاتون نے اپنے شوہر سے انکا سراپا حلیہ بیان کیا۔ علمائے شعر وادب اس بات پر متفق ہیں کہ جن الفاظ میں اُمّ معبد نے سراپا حلیہ بیان کیا وہ عربی ادب کی سب سے خوبصورت اور دلکش نثر ہے، جو عربی شاعری کا تمام حسن اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، میں وہ جملے پیش کرتا ہوں جسے ام معبد نے اپنے شوہر سے بیان کیا تھا۔

" رایت رجلاً ظاهر الوضلة، ابلج الوجه، حسن الخلق لم تعبه ثجله ولم تزربه صلحة وسیما قسیما فی عینیه دعج وفی اشفاره وطف وفی عنقه مطع وفی صوته صحل ______ وفی لحیته کثافة ازج اقرن، ان صمت فعلاه الوقار، وان تکلم سماه وعلاة البهاء فهو اجمل الناس والبهاء هم من بعید واحسنهم و اجملهم من قریب، حلو المنطق فصل، لا نذر و هزر، کان منطقه خزرات نظم یتحدون، ربعة لا یاس من طول ولا تقتحمه العین من قصر غصن بین غصین، فهوا نضر الثلاثة منظراً واحسنهم قدرا، له رفقاء یحفون به، ان قال انصتوا لقوله وان امر تبادروا الی امره، محفوذ محشود، لا عابس ولا مفند۔

ترجمہ:

''میں نے ایک انسان دیکھا، پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ، اور فراغ، بال لمبے ار کھنے، آواز میں مردانگی و شیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے دیدہ، سرگیں آنکھ، باریک ور پیوستہ ابرو، سیاہ گھونگریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو چہرہ پر وقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو دل انکی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن و جمال کا آئینہ، بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ ایسا پست کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو، بلکہ ایک شاخ گل ہے جو شاخوں کے درمیان ہو، زیبندہ نظر والا قدر، انکے ساتھی ایسے جو ہمہ وقت انکے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خاموش سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کیلئے جھپٹتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔'' دیکھا آپ نے ایک ایک لفظ موتیوں جیسے چمک دار اور کس طرح دلکش نظر آرہا ہے۔

ذرا ملاحظہ تو کیجئے کہ لفظوں کے انتخاب میں کس قدر توازن واعتدال رکھا گیا ہے۔ ام معبد کا بیان ہے کہ جس بکری کا دودھ سرور کونین ﷺ نے دوہا تھا وہ حضرت عمر بن خطاب کے عہد خلافت تک ہمارے پاس رہی تھی اور اور ہم صبح و شام اس کا دودھ دوہتے تھے اور اپنی ضرورتیں بخوبی پوری کرتے تھے ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد اور ام معبد دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ اور رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت ایمانی سے بہرمند ہوئے، حضرت معبد کے زندگی کے مزید حالات تاریخوں میں نہیں ملتے تاہم ان کی زندگی کے اس ایک واقعہ نے ہی جو اوپر بیان ہو چکا ہے انہیں شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں اتنا بلند مقام عطا کر دیا کہ ملت اسلامیہ کے تمام افراد ابد الآباد تک اس پر رشک کرتے رہیں گے۔ شاعری کا ذوق عرب خواتین میں کس درجہ تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بعض وقت ایک ہی گھر کے تمام (خواتین) شعر کہنے کا ملکہ رکھتی تھیں اس کی مثال خاندان قریش میں حضور نبی کریم ﷺ کے دادا عبد المطلب کے گھرانے سے ہے، جہاں انکی صاحبزادیاں شاعری میں کمال درجہ پر تھیں اور فی البدیہہ شعر گوئی انکے لئے دشوار نہ تھی۔ اس سلسلے میں سیرت ابن ہشام کی روایت ہے کہ جب عبد المطلب کے وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ ابھی آٹھ سال کے تھے اور انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اپنی بیٹیوں کو جو چھ تھیں، جمع کیا، انکے نام یہ تھے۔ صفیہ، برہ، عاتکہ، ام حکیم البیاضاء، امیمہ اور اردیٰ۔ جیسا کہ ان کے اسماء گرامی پہلے آچکے ہیں۔ ان سے کہا تم سب مجھ پر گریہ وزاری کر کے دکھاؤ کہ کیا کہو گی؟۔

۱۔ اشعارِ صفیہ

ارقت لصوت نائحة بليل

علی رجل بقارعة الصعيد

ترجمہ:

''شب ایک گریہ کناں کی آرزو سے میری نیند جاتی رہی جو ایک راہ پر ایستادہ آدمی پر گریہ کناں تھی''۔

فضاضت عند ذلكم دموعی

علیٰ خدی كمنحد د الفريد

ترجمہ:

اسی لمحات میں میرے اشک میرے رخسار پر بہنے والے موتیوں کی مانند بہنے لگے۔ واضح رہے کہ کل اشعار کی تعداد گیارہ ہے بطور مثال صرف دو شعر لکھے گئے۔

۲۔ اشعارِ برہ

اعينی جودا بدمع درر

علیٰ طيب الخيم والمعتصر

ترجمہ:

''اے چشمان ما نیک سیرت اور سخی پر گہرہائے اشک سے سخاوت کرنے والے''۔

علی ماجد الجد واری الزناد

جميل المحيا عظيم الخطر

''اوسپر جس کی شان اعلیٰ ہے، لوگوں کی حاجت روائی کرنیوالے پر، چہرہ حسین، بزرگ مراتب پر (انکے اشعار کی تعداد چھ، جن میں سے مندرجہ بالا دو شعر لکھے گئے ہیں)۔

۳۔ اشعارِ عاتکہ

اعینی وا ستخرطا واسجما　　　علیٰ رجلِ غیر نکس کھام

ترجمہ:

''اے میرے آنکھوں، خوب ہی رولو اور ایسے شخص پر اشک شوئی کرو جو نہ ہی پیچھے رہنے والا تھا اور نہ ہی کمزور تھا۔''

نبك فی بادخ بیتۃ'

رفیع الذء ابۃ صعب ا لمرام

اس پر جسکے گھر کی بنیاد علوشان پر مضبوط تھی، اونچے طرے والے، اعلیٰ مقاصد والے۔'' (انہوں نے سات شعر کہے جن میں سے دو شعر پیش کے گئے)۔

۴۔ اشعارِ ام حکیم البیضاء

الا یا عین ویحك اسعفینی بد مع من دموعٍ ھاطلات

ترجمہ:

''ہاں، اے کم نصیب آنکھ، مسلسل بہنے والے، اشکوں سے میری مدد کر''۔

و سبکی خیر من رکب المطایا اباك الخیر تیار الفرات

ترجمہ:

''سواریوں پر سواری کرنے والوں میں جو سب سے بہتر تھا، اس پر گریہ و نالہ کر، اپنے اچھے والد پر، جو آبِ شیریں کا موجوں مارتا دریا تھا''۔

۵۔ اشعارِ امیمہ

الاھلك الراعی العشیرۃ ذوالفقد

وساقی الحجیج والمحامی عنِ المجد

ترجمہ:

''اے آنکھ و دل سنو! کہ خاندان کی حفاظت کرنیوالا، اہل خاندان کو تلاش کر لینے والا، ساقی حجاج عزت و مرتبہ کا حامی گذر گیا''۔[۱۲]

و من یولف الضیف الغریب بیوتہ
اذا ما سماء الناسِ تبخل بالرعد

ترجمہ:

''جسکا مکان مسافروں کو اس لمحہ جمع کر لیا کرتا تھا، جب لوگوں کا گھر آسمان گرجنے کے باوجود بخل بھی کرتا تھا۔ (انکے اشعار کی تعداد سات ہے جن میں سے یہ دو شعر ماخوذ ہیں)''

۲۔ اروىٰ کے اشعار

۱.	بکت عینی و حق لها البکاء	علی سمح سحبة الجیاء
۲.	علی سهل الخلیقة ابطحی	کریم الخیم نیة العلاء
۳.	علی الفیاض شیبة ذی المعالی	ابیك الخیر لیس له کفاء
۴.	طویل الباع املس شیظمی	اعز کان غرته ضیاء
۵.	اقب الکشح اروع ذی فضول	له المجد المقدم والثناء
۶.	ابی الضیم ابلج هبر زی	قدیم المجد لیس به خفاء
۷.	و معقل مالك وربع فهر	وفا صلها اذا التمس القضاء
۸.	وکان هوا لفتیٰ کرماً وجودا	وباسا حین تسکب الدماء
۹.	اذا هاب الکملة الموت حتیٰ	کان قلوب اکثرهم هواء
۱۰.	مضیٰ قدما بذی ربد خسیب	علیه حین تبصره البهاء (۹)

ترجمہ اشعار:

۱۔ میری آنکھ ایک سرتاپا سخاوت اور حیا شعار پر روتی ہے اور اس آنکھ کیلئے رونا ہی سزاوار ہے۔

۲۔ نرم خو، وادیٔ بطحا کے رہنے والے، بزرگانہ سیرت والے، جسکی نیت عروج حاصل کرنے کی تھی۔

۳۔ بلند رتبوں والے فیاض شیبہ پر، جو تیرا بہترین باپ تھا جسکا کوئی ہمسر نہیں۔

۴۔ کشادہ اور نرم ہاتھ والے، بھاری بھرکم سفید پیشانی والے' جسکی سپیدی ایسی تھی گویا ایک روشنی۔

۵۔ پتلی کمر والے، حسن و شجاعت والے، بہت سی فضیلتوں والے پر جو قدیم سے عزت و بزرگی اور مدح و ثناء کا مالک ہے۔

۶۔ ظلم کی برداشت نہ کرنیوالے، روشن چہرے والے پر، جسکے چہرے سے شرافت اور جمال ظاہر ہوتا تھا جسکی بزرگی اور شرافت قدیم ہے جس میں کسی قسم کی پوشیدہ بات نہیں۔

۷۔ جو بنی مالک کیلئے پناہ کی جگہ، اور بنی فہر کیلئے بہار کی بارش تھا، جب جھگڑوں کے فیصلہ کیلئے تلاش ہوتی تو وہی ان میں فیصلہ کرنے والا ہوتا۔

۸۔ جودوسخا میں وہ ایک جوانمرد تھا اور دبدبہ میں بھی وہی یکتا تھا، جب خون بہتے تھے۔

۹۔ اور جب زرہ پوش بہادر موت سے یہاں تک ڈرتے کہ ان میں اکثروں کے دلوں کا یہ حال ہوتا گویا وہ ہوا ہیں۔

۱۰۔ قدیم سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ جب تو اسے جوہر والی صیقل کی ہوئی (تلوار) کے ساتھ دیکھتا تو اس پر رونق نظر آتی تھی۔[۱۳]

اردیٰ کے مذکورہ بالا اشعار سے جہاں ایک طرف عبدالمطلب کے پاکیزہ خصائل، انکی شجاعت سخاوت، بہادری اور دریا دلی، فیاضی اور حسن سلوک، کنبہ پروری اور عدل گستری کا احوال معلوم ہو رہے ہیں وہاں انکے حلیہ کے متعلق بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے پیشانی اور رخسار کیسے تھے؟ کمر پتلی تھی یا موٹی؟ ممکن ہے تاریخ میں عبدالمطلب کا تمام احوال رقم ہوئے ہوں، لیکن حلیہ نہ لکھا جا سکا ہو، تو وہ ان اشعار سے ملتا ہے گویا یہ اشعار تاریخ کا ایسا ماخذ بھی ہیں۔ جس پر شک و شبہے کی گنجائش نہیں۔

اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ چونکہ شاعرات کا رشتہ باپ اور بیٹی کا تھا اس لئے اتنی زیادہ تعریف کی گئی ہوگی؟ تو اس کمزور خیال کی تردید اس بات سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا مرثیہ خاندان سے باہر کے لوگوں نے بھی کیا ہے جنکو ایسے عظیم باہمت اور شرف و مجد والے انسان کے وفات پا جانے کا غم ہوا'

مثلاً **حذیفہ بن غانم بن عدی بن کعب بن لوئی نے عبدالمطلب بن ہاشم** پر مرثیہ کے جو اشعار کہے ہیں انکی تعداد اکتالیس ہے اوران تمام اشعار میں عبدالمطلب ہی کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ جو مطالعہ کے لائق ہیں۔ان اشعار میں ایک ایک خوبی اور ایک ایک وصف بیان ہوا ہے۔ان اشعار سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں لوگ اپنے محسنوں کو کسطرح یاد کیا کرتے تھے؟ اور انکے دلوں میں انکا کیا مقام تھا؟ نیکوکاروں کا کیا احترام کیا جاتا تھا؟ اور اخلاق حسنہ کی کس طرح پذیرائی ہوتی تھی۔

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب:

حضرت صفیہؓ کی دلیری اور شجاعت کی داستانیں تاریخ اسلام کا اہم حصہ ہیں'انکی شجاعت حوصلہ مندی، دلیری، جوش اور جذبات کا اثر انکی شعری زندگی پر بہت گہرا ہے، اس لئے جب تک انکی شجاعت اور دلیری کے واقعات سے آگاہی نہ ہو'انکے اشعار میں اس رنگ کو سمجھنا مشکل ہوگا۔

آپ سرورکونین ﷺ کی پھوپھی اور حضرت **زبیرؓ بن العوام** جیسے جلیل القدر صحابی کی والدہ تھیں، پیکر شجاعت و دلیری میں یکتا۔آپ حضرت امیر حمزہؓ کی ہمشیرہ بھی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے جن خوش بخت اصحابؓ کیلئے جنت کی کھلی بشارت دی تھی ان سابقون الآولون میں حضرت صفیہؓ بھی شامل تھیں انکا ایک ایک واقعہ تاریخ اسلام میں سنہرے حروف سے لکھا جا چکا ہے۔

غزوۂ خندق تاریخ کا وہ نازک موڑ ہے جب اسلام کے خلاف تمام کفار و مشرکین متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے اور انکے ہمراہ مختلف قبائل بھی اس صف آرائی میں شریک تھے۔خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر مشرکین اور یہود عرب نے مدینۃ النبی کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کا عہد کیا ہوا ہے۔ابوسفیان جو اس تحریک میں پیش پیش رہے، تباہی و بربادی پھیلانے والے اس لشکر کی کمان خود سنبھال چکے ہیں، تجربہ کار، دلیر، ماہرین فن حرب کی قیادت میں دس بارہ ہزار کا یہ لشکر آندھی اور طوفان بن کر مدینہ کی جانب مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کیلئے چل پڑا ہے۔

ادھر یہ عالم ہے کہ سرورِ کشورِ رسالت ﷺ ہیں جنکی قیادت اور نگرانی میں انکی ہدایت کے مطابق اس ہولناک اور خون ریز معرکہ سے عورتوں اور بچوں کو محفوظ رکھنے کیلئے شہر مدینہ کے اندرونی حصہ میں انصار کے ایک قلعہ میں جسکا نام ''اطم'' ہے منتقل کیا گیا ہے جہاں مردوں میں صرف حضرت **حسانؓ بن ثابت** تن تنہا ہیں، جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں اور بیمار بھی۔تیسری جانب بنو قریظہ ہیں جنکا محلّہ ''قلعہ اطم'' سے قریب ہے اور دونوں کے درمیان کوئی حفاظتی دستہ بھی موجود نہیں ہے، تمام جاں نثار صحابہ کرام اللہ کے

رسول ﷺ کے ہمراہ کفار ومشرکین کے اس سیل بے پناہ کو جنگی تدابیر سے روکنے کیلئے خندقوں کی کھدائی میں مصروف ہیں، اسلام پر یہ دور بہت ہی پر آشوب اور نازک ترین گزر چکا ہے۔ سورۂ احزاب کی آیات میں اس تمام واقعہ کا ذکر موجود ہے جس میں حق تعالیٰ نے اس امداد غیبی کا ذکر فرمایا ہے جو طوفان اور جھکڑوں کی صورت میں آئی اور جس نے اس طویل محاصرہ سے کفار ومشرکین کے حوصلے پست کر دیئے تھے اور انہیں مایوس کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو سرخروئی حاصل ہوئی تھی۔

قرآن کا کریم ارشاد ہے:

﴿ یا ایها الذین امنوا اذکر وانعمة الله علیکم اذجاء تکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها وکان الله بماتعملون بصیرا ☆ اذ جاء کم من فوقکم ومن اسفل واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا ☆ هنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلازلا شدیدا ☆ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الاغرورا ☆ واذ قالت طائفة منهم یا اهل یثرب لامقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ان یریدون الافرارا ☆ ولو دخلت علیهم من اقطارها ثم سئلوا الفتنة لاتوها وما تلبثوا بها الایسیرا ﴾ سورہ احزاب ایات ۹۔۱۴۔

یہودی اسی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ معلوم کیا جائے کہ جس قلعہ میں مسلمان عورتوں اور بچوں کو رکھا گیا ہے وہاں انکی حفاظت کیلئے یقیناً کوئی دستہ موجود ہوگا اس کی طاقت کتنی ہے؟ اور کون اس کی قیادت کر رہا ہے اور اگر وہ بہت تھوڑے ہیں تو کوئی سازش کی جائے اس مقصد کیلئے ایک جاسوس کو بھیجا گیا' حضرت صفیہؓ قلعہ کی نگرانی میں مصروف تھیں انہیں یہودیوں کی جانب سے کسی بھی بدنیتی پر مشتمل کارروائی کا خوف تھا، جاسوس انکی فراستانہ نگاہ سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ آپ نے اسے دیکھ لیا آپ نے فوراً یہ خیال کیا کہ اگر یہ جاسوس سلامتی کیساتھ واپس چلا گیا اور بنو قریظہ کو ہماری تنہائی اور بے بسی کا حال معلوم ہوگیا تو یہودی ایک لمحہ میں ہمیں تہ تیغ کر دیں گے، اگرچہ حضرت صفیہؓ اسوقت بھی سن رسیدہ ہو چکی تھیں لیکن دلیری اور ہمت و شجاعت ان کے رگ روپے میں سمائی ہوئی تھی آپ نے اپنے دل کو مزید مضبوط کیا اور ایک خیمہ کی میخ اکھاڑی اور قلعہ سے تن تنہا باہر چلی گئیں، موقعہ کی تلاش میں رہیں اور موقع پاتے ہی تاک کر ایسا وار کیا کہ اس ضرب کاری کی تاب نہ لا کر جاسوس وہیں ہلاک ہوگیا۔ بہادر اور دلیر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بے حد ذہین بھی تھیں۔ آپ نے اندازہ لگایا کہ اس کی ہلاکت سے مقصد پورا نہیں ہوگا چنانچہ آپ نے ذہانت کا ثبوت دیتے

ہوئے اس جاسوس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اسطرح پھینک دیا کہ یہ کسی مرد دلیر کا کارنامہ تصور ہو، جاسوس کی تلاش میں جو آئے وہ لاش اور کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر مسلمانوں کی فوج کا کچھ حصہ ہے اسطرح مسلمان عورتیں اور بچے محفوظ ہو گئے۔ یہ واقعہ جس وقت ظہور پذیر ہوا اس وقت حضرت صفیہؓ کی عمر ترپن سال تھی۔ اس طرح معرکہ بدر کے بعد معرکہ احد میں بھی جب پانسہ پلٹ گیا تو کچھ لوگ میدان چھوڑ کر مدینہ کی جانب تیزی سے آنے لگے، حضرت صفیہؓ یہ منظر میدان جنگ کا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں یہ بات انہیں گوارا نہ ہوئی لیکن کیا کر سکتی تھیں۔ یہاں بھی انکی ذہانت سے حالات نے رخ بدلا، آپ نے ایک نیزہ اٹھا لیا اور احد کی جانب تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑیں، راہ میں جو بھی مل جاتا، اسے شرم دلاتیں اور اسطرح کہتی تھیں کہ "تم وہ ہو جو اللہ کے رسول ﷺ کو میدانِ جہاد میں تنہا چھوڑ کر آ رہے ہو؟ جو لوگ یقیناً معرکہ احد میں لڑنے والے تھے، لیکن گھبرا کر میدان چھوڑ رہے تھے دیکھتے تھے کہ حضرت صفیہؓ کے تیور ایسے، ہاتھ میں نیزہ اور چہرہ پر جلال، تو وہ واپس جہاد میں لوٹ جاتے۔

حضور اکرم ﷺ کو جب خبر ہوئی کہ انکی پھوپھی اس جلال کیساتھ میدان کی طرف آ رہی ہیں تو آپ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ صفیہؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش کو نہ دیکھنے پائے، جو بے گور و کفن قطعہ بریدہ و چور چور پڑی ہوئی ہے۔ لیکن بہن اپنے بہادر بھائی کی لاش ایک نظر دیکھنے کیلئے بے قرار تھی، جب رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ صبر وضبط کا مظاہرہ کریں گی، تو اجازت مرحمت فرمائی راقم الحروف کیا؟ کسی کے قلم میں یہ طاقت نہیں کہ اس منظر کی مکمل عکاسی کر سکے جہاں ایک طرف مسلہ کی ہوئی لاش تھی اس حمزہؓ کی جو قریش میں سب سے دلیر، شجاع، غیور، باہمت اور ہزاروں پر بھاری تھے دوسری جانب رحمتِ دو عالم ﷺ تھے جنہیں ایک جانب مسلمانوں کی پیش قدمی اور کامیابی و فتح کی بجائے پسپا ہونے اور رفیقانِ محترم اور جاں نثارانِ اسلام کے اسطرح ایک ایک کر کے جدا ہو جانے کا احساس، اور پھوپھی کے زخم خوردہ ہو کر پاس کھڑے ہونے کا شدید احساس تھا اور تیسری جانب ایک جری بہادر، ذہین اور حوصلہ مند بہن اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھ رہی تھی جسکا توڑ بھی اسکے لئے ممکن نہ تھا۔

ایک طرف ضبطِ غم کا تقاضا دوسری جانب اشکوں کا موجیں مارتا دریا، بہن نے بھائی کی مغفرت کی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو سیلِ اشک ضبط کی حدوں کو توڑ کر بہہ نکلا، یہ منظر دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔ کیوں نہ ہوتیں کہ حضور ﷺ کو اپنی پھوپی سے اس درجہ محبت تھی کہ انکے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو آپ ہمیشہ ابن صفیہؓ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر حضرت صفیہؓ کے جس مرثیہ کا ذکر کیا ہے اس کا

ایک شعر یہ بھی ہے ملاحظہ کیجئے۔

ان یوم اتی علیك لیوم
کورت شمس و کان مضیاً[14]

آج آپ پر وہ دن آیا ہے کہ آفتاب سیاہ ہو گیا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا۔

ابن اسحاق نے بھی "صفیہؓ بنت عبدالمطلب" کے بعض اشعار جو حضرت حمزہؓ کی شہادت پر کہے تھے اس طرح بیان کیا ہے۔

اسائلة اصحاب احد مخافة　　بنات ابی من اعجم و خبیر
فقال الخیران حمزة قد ثوی　　وزیر رسول الله خیر و زیر

اے میری بہنو۔ کیا تم احد کے اصحاب سے خوف میں رہ کر دریافت کر رہی ہو؟ خواہ ان میں سے کوئی حالات کی خبر رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو؟ لو با خبر شخص نے تو خبر دے بھی دی کہ حمزہؓ جو رسول اللہ ﷺ کے وزیر (معاون و مددگار) اور بہترین وزیر تھے، انتقال کر گئے۔

دعاه الله الحق ذو العرش دعوة
الی جنة یحیا بها و سرور

ترجمہ:

انہیں آسمانوں والے معبود حقیقی نے جنت کی طرف بلا لیا جہاں وہ زندہ کئے جائیں گے اور سرور بخش زندگی گذاریں گے۔

فذالك ما کنا نرجی و نرتجی
لحمزة یوم الحشر خیر مصیر

پھر یہ تو وہ چیز ہے جسکی ہم سب لوگ اپنے اپنے لئے تمنا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی آرزو دلاتے ہیں۔ حشر کے دن حضرت حمزہؓ کی اس دنیا سے بہترین واپسی ہوگی۔

فبر الله لا انساك ماهبت الصبا

بكاء و حزنا محضری و مسببری

پس خدا کی قسم جب تک باد صبا چلتی رہے گی میں تمہیں نہ بھولوں گی، سفر و حضر میں غمزدہ رہ کر میں تمہارے لئے ماتم کرتی رہوں گی۔

علی اسدالله الذی کان مدرها

یذود عن الاسلام کل کفور [15]

میں اللہ کے اس شیر پر ہمیشہ غمزدہ اور ماتم کناں رہوں گی جو قوم کا حامی اور ہر کافر سے اسلام کی مدافعت کرنے والا تھا۔

بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں حضرت صفیہؓ کے وہ اشعار جو حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد کہے، ملاحظہ کیجئے۔

الا یا رسول الله کنت رجاء نا　　وکنت بنا برا ولم تك جانبا

وکنت بنا روفا رحیما نبیا　　لبیك علیك الیوم من کان باکیا

صبرت و بلغت الرساله صادقا　　وقدمت صلب الدین ابلج سا فیا

فلوان رب العرش ابقاك نبینا　　سعدنا ولا کن امره کان ماضیا

ترجمہ:

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہی تو ہماری امیدوں کے چراغ تھے اور ہم پر مہربان تھے، ہرگز سخت طبیعت اور سخت مزاج نہ تھے، آپ تو ہم پر مہربان تھے، ہرگز سخت طبیعت اور سخت مزاج نہ تھے، آپ تو ہم پر بے حد شفیق اور مہربان تھے، اور آپ ہمارے نبی تھے۔

رونے والیوں، آج دل کھول کر رو لینا چاہیئے۔ آپ نے صبر و تحمل کیساتھ دنیا کو اپنے رب کا سچا پیغام پہنچا دیا، اور اب دین کو مضبوط، مکمل اور صاف ستھرا چھوڑ کر دنیا سے جا رہے ہیں۔

اگر مالکِ عرش آپ کو ہمارے درمیان اور بھی رکھتا تو بیشک یہ ہماری خوش بختی ہوتی، لیکن اس کا فیصلہ ہو چکا۔ آپ پر اللہ کریم کا درود و سلام ہو اور آپ راضی خوشی جنات عدن میں داخل ہوں۔

فاطمه صلی رب محمد — علی جدث امسیٰ بیثرب ثاویا
اری حسنا اتیمته و ترکه — یبکی ویدعو جده الیوم ناعیا
فدی للرسول امی و خالتی — وعمی و نفسی قصرة ثم خالیا [16]

ترجمہ:

فاطمہ۔محمد کا رب، اللہ اپنی رحمتیں اس قبر پر نازل فرمائے جو یثرب میں بنائی گئی ہے، میں دیکھتی ہوں کہ حسنؓ کو آپ نے یتیم کر دیا اور انکو روتا چھوڑ کر چلے گئے، وہ آج اپنے نانا کو رو رو کر پکار رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر میرے ماں باپ، ماموں، خالہ اور خود میری جان فدا ہو۔

حضرت عثمان غنیؓ کی خالہ سعدیہ اور رسالت مآب ﷺ:

حضور نبی کریم کی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عثمان غنیؓ سے ہوا تھا اس واقعہ کو طبقات اور اصابہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں وہ اشعار پیش کرتا ہوں جو حضرت عثمان غنیؓ کی خالہ سعدیہ نے زمانہ کفر میں کہے تھے، جنکے پیش کرنے کا ایک مقصد تو یہاں یہی ہے کہ عرب خواتین میں شعر و ادب کہنے و لکھنے کا جو ملکہ تھا وہ آج بھی موجود ہے اور مرد شعراء سے کم نہیں ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہونگے کہ حضرت رقیہؓ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا، لیکن رخصتی نہ ہوئی تھی اسی دوران حضور اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی ﴿تبت یدا ابی لهب﴾ جسکے نتیجہ میں ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے عتبہ کو قسم دی کہ تم رقیہ بنت رسول اللہ (ﷺ) کو طلاق دیدو اور اسطرح انہیں طلاق ہوگئی۔

حضرت عثمان غنیؓ اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ کے صحن میں چند دوستوں کیساتھ بیٹھا تھا کہ دفعتاً کسی آدمی نے آ کر مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا عقد ''عتبہ بن ابی لہب'' سے کر دیا ہے چونکہ حضرت رقیہؓ اپنے حسن و جمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھیں، اس لئے میرا رجحان خاطر انکی طرف تھا، جب یہ خبر پہنچی تو میں مضطرب ہوگیا، اور سیدھا گھر پہنچا، اتفاق سے گھر میں میری خالہ سعدیہ تشریف رکھتی تھیں، جو کہانت میں ماہرہ تھیں مجھے دیکھتے ہی بیساختہ بولیں۔ جس میں حضرت عثمان غنیؓ کے حضرت رقیہ سے شادی کی طرف ایک اشارہ کیا گیا ہے اور نبی کریم کی نبوت کی گواہی اور تصدیق و تعریف بھی ہے وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

جناب سعدیہ کے اشعار:

البشر وحیت ثلاثا و تراً ثم ثم ثلاثاً و ثلاثا اخرىٰ
باخری کئی نثم عشرا لقیت خیرا وو قیت شرا
انکحت واللہ حصاناً زهرا و انت بکر ولقیت بکرا
و فیتها بنت عظیم قدرا

ترجمہ:۔

(اے عثمان) تمہیں مژدہ ہو اور تم پر تین بار سلام پہنچے، پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام پہنچے، پھر ایک سلام پہنچے، تا کہ دس سلام پورے ہوں (خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور برائی سے بچائے جاؤ، خدا کی قسم تم نے ایک عفیفہ اور حسینہ وجمیلہ خاتون سے نکاح کیا۔ تم بھی نا کتخدا ہو اور نا کتخدا ہی تم کو مل گئی ایک بڑے عظیم جلیل القدر، جلیل المرتبت کی بیٹی تم نے پائی۔

حضرت عثمان غنیؓ اپنی خالہ سے یہ باتیں سنکر حیران رہ گئے اسی تعجب کے عالم میں خالہ کو مخاطب فرماتے ہوئے دریافت کیا۔ خالہ جان یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ خالہ نے مزید کہا۔

عثمان یا عثمان یا عثمان لك الجمال و لك الشان
هذا نبی معه البرهان ارسله بحقه الدیان
وجائه التنزیل والفرقان فاتبعه لایفرنك الاوثان

ترجمہ:۔

عثمان، اے عثمان، اے عثمان تم صاحب جمال وصاحب شان ہو۔ یہ نبی صاحب برہان ہیں، وہ رسول برحق ہیں، ان پر قرآن نازل ہوا ہے، انکا اتباع کرو اور بتوں کے قریب میں نہ آؤ۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا، میں نے پھر کہا کہ آپ ذرا تفصیل اور تشریح کیساتھ بتائیں تو خالہ نے پھر کہا۔

ان محمد بن عبداللہ، رسول اللہ امن عنداللہ اجاء یتنزل اللہ
یدعوبه الی اللہ، مصاحبه مصباح ودینه فلاح، ماینفع الصباح،

ولو وقع الذباح، وسلت الصفاح و مدت الرباح (۲)

ترجمہ:

محمد بن عبداللہ جو خدا کے رسول ہیں، قرآن لیکر آئے ہیں، خدا کیطرف بلاتے ہیں، ان کا چراغ دراصل چراغ ہے، ان کا دین ذریعہ فلاح ہے، جب قتل وقتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ لی جائیں گی اور برچھیاں تن جائینگی، اسوقت شور وغل کوئی نفع نہ دیگا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور پھوپھی محترمہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے وہ اشعار جسے عصر حاضر کے ممتاز محقق ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے نہایت وثوق کیساتھ اپنی تحقیقی تصنیف میں پیش کیا ہے۔

اعینی جودا بالدموع السواجم

علی المصطفیٰ بالنور من آل ھاشم

ترجمہ:

اے میری آنکھو آنسوؤں کی جھڑی لگادو، بنو ھاشم کے (اس فرزند پر آنسو بہاؤ جو ایک سراپا نور تھا (جو نور سے بنایا گیا تھا)۔

علی المصطفیٰ بالحق والنور والھدیٰ

بالرشد بعد المندبات العظائم

ترجمہ:

اس مصطفیٰ پر آنسو بہاؤ جو حق نور، ہدایت و رہنمائی لیکر آیا تھا اور ان باتوں کے ساتھ اس کی فیاضی اور سخاوت (سونے پر سہاگہ) تھی۔

علی المرتضیٰ للبر والعدل والتقی

وللدین والاسلام بعد المظالم

ترجمہ:

وہ جو چنا ہی گیا تھا کہ حسن سلوک، عدل گستری، خداترسی کا نمونہ بنے' دین اور اسلام کیلئے تاریکیوں کے بعد فاروق نور بنے۔

على الطاهر الميمون ذى الحلم والذى
وذى الفضل والداعيى لخير التراحم

اس ذات پر آنسو بہاؤ جو پاکیزہ ترین اخلاق کا حامل تھا، مبارک وجود تھا، حکم، سخاوت اور بردباری جسکی سرشت تھی، بڑائی اس کی فطرت میں تھی، لوگوں پر ترس کھانے، غمگساری کرنے کیلئے دوسروں کو ابھارتا تھا۔

اعينى ما ذا البعد ما قد فجمعتا
به تبكيانِ الدهر من ولد آدم

ترجمہ:

اے میری آنکھ۔ کیا ایسے شخص کے بعد بھی اولاد آدم میں ایسا کوئی رہ جاتا؟ جسکے مرنے کا غم ہوگا؟ اور جس پر رہتی دنیا تک آنسو بہا سکے گی؟۔

عبدالمطلب کی ایک اور صاحبزادی ''اردیٰ بنت عبدالمطلب'' کے قبول اسلام کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ علامہ ابن سعدؒ اور دیگر اہل سیر نے انکے قبول اسلام سے اتفاق کیا ہے جن سے حضرت طلیب بن عمیر پیدا ہوئے، جو حضور ﷺ کے سچے شیدائی ثابت ہوئے اور انہی کی کوشش سے انکی والدہ اردیٰ نے اسلام قبول کیا۔

''عاتکہ بنت عبدالمطلب'' کے ان اشعار میں سرور عالم ﷺ کی نعت کا پہلو اس لئے بے حد حسین ہے کہ ان اشعار میں آورد نہیں بلکہ غم کی حالت میں آمد ہی آمد ہے، اس کی سادگی اور سچائی کا لب ولہجہ حضور اکرم ﷺ کے اوصافِ جمیل بیان کر رہا ہے، سراپا نور حق، نور ھدایت لانے والا، فیاض وسخی، عدل گستر، فارق نور، پاکیزہ اخلاق، مبارک، حلیم، بردبار، بزرگ، خداترس، غم گسار، اولاد آدم میں یکتا۔ انکے علاوہ میمونہ بنت عبداللہ ہیں جنہوں نے دشمن اسلام کعب بن اشرف کے جواب میں شعر کہے جو کعب نے مقتولین بدر کی یاد میں کہے تھے، ان اشعار میں میمونہ نے کعب کے مکر اور ریاکاری کا پردہ چاک کیا ہے، ایک اور خاتون **ھند بنت اثاثہ بن عباد بن المطلب** ہیں جنہوں نے جنگ بدر کے شہید **عبیدہ بن الھادی بن المطلب** کی شہادت پر شعر کہے تھے۔

اسلام کا آفتاب جب طلوع نہ ہوا تھا، اسوقت بھی ایسی شاعرات تھیں، جن کا دامن خرافات سے پاک تھا اور جن کے اشعار میں بلندیٔ افکار اور اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں، ان میں ایک ''**سبیعہ بنت الاحب**'' تھیں، یہ خاتون عبد مناف کی زوجیت میں تھیں جنکے تعلق سے انکا ایک فرزند خالد تھا۔ عبد مناف حضور نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے دادا تھے۔ اسطرح حضور اکرم ﷺ سے بھی رشتہ قائم ہوتا ہے۔ آپ اپنے فرزند کو اسلام کے آغاز سے بہت پہلے اپنے اشعار میں حرم شریف کا احترام کرنے، حرم میں فساد اور بغاوت نہ کرنے، ہرطرح کے ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرتی رہیں۔ اور خوف دلاتی رہیں کہ جس نے حرم کا احترام نہ کیا اس پر عذاب نازل ہوا، ابرہہ کے لشکر کا احوال بھی اپنے اشعار میں کہتی ہیں۔ آپ اپنے اشعار میں فرماتی ہیں، کہ حرم کے سکون ماحول اور حضور نبی کریم ﷺ کے اجداد میں پاکیزگی، مروت، محبت، شرافت، انسانیت، اور انسان کو سربلندی عطاء کرنے والے تمام خصائل پائے جاتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں تاریخ کو تحریر میں لانے کا تصور بھی نہ تھا۔ ان کے اشعار سے اس عہد کا اور ان کے بزرگوں کا سیرت اور انکے اعلیٰ کردار وصفات کا پتہ چلتا ہے۔

میں ان شاعرات اور انکے نمونہ کلام سے گریز کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر آپکو ایک ایسی ہستی کی طرف لئے چلتا ہوں، جنکا نام سنکر فضاؤں میں روشنی اور خوشبو کا ملا جلا احساس روح کو بالیدگی اور دماغ کو معطر کر دیتا ہے، وہ نام جنکے بغیر سیرت نبوی ﷺ کا ذکر جمیل مکمل نہیں ہوتا، یہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا ذکر ہے، جس ماحول میں ہرطرف شعر وشاعری کا چرچا عام ہوا، فضیلت کا سبب ہو یا شہرت اور ناموری کے اصول کا ذریعہ ہو، اور بچہ بچہ کی زبان اس کی لذت سے آشنا ہو، وہاں یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ ایک ایسی محترم خاتون جنکی آغوش ہمیشہ اس سرزمین کے نونہالوں کو اپنی آغوش میں لیکر لوریاں دیتی ہوں، انکی زبان مبارک شعر کی لذت سے آشنا نہ ہو۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ، ابوذویب عبداللہ بن حارث کی صاحبزادی تھیں، انکے شوہر کا نام ''**حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعه**'' تھا۔ انکا قبیلہ سعد بن بکر تھا۔ یہ قبیلہ بھی اپنی فصاحت وبلاغت کے سبب عرب میں بہت مشہور تھا۔ خود رسالت مآب ﷺ اس قبیلہ کے متعلق فرمایا کرتے ''اللہ نے مجھکو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے۔ ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے دوسرے میری پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت اور بلاغت میں مشہور وممتاز ہے''۔

یہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہی تو تھیں جو حضور ﷺ کو آغوش میں لیکر یہ لوری سنایا کرتیں تھی۔

یارب اذا اعطیته فالغه واعلمه العلیٰ وارقه

وارحض اباطیل الهدیٰ بحقه

ترجمہ:

اے خدا اگر تو نے ان کو میرے سپرد کیا ہے تو انکی حسب طلب مدد فرما اور انہیں علم و بزرگی کی بلندی نصیب فرما۔ اور انہیں شیطانوں اور انکی برائیوں سے محفوظ رکھ، جتنا کہ انکا حق ہے۔

حلیمہ سعدیہ ؓ کو یہ کیا معلوم تھا کہ جنکے نصیب کی بلندی کی وہ دعا مانگ رہی ہیں اس معصوم بچہ کو اپنی آغوش میں لینے کے سبب انکا اپنا نصیب اتنا بلند ہوا کہ قیامت تک ہر کلمہ گو مسلمان اور حضور اکرم ﷺ کا امتی انکے نام کو ادب و احترام سے لیتا رہے گا۔ اور سیرت نبوی ﷺ میں انکا ذکر جزو لازم بن جائے گا۔ سبحان اللہ، شہِ بطحا کے جود و کرم جنکے قدم سے صحرا میں پھول کھل جائیں۔ وہ جس آغوش میں ہوں تو اس کا مقام کیا ہوگا؟۔

سیرت ابن ہشام کے حوالے سے جنگ بدر کے واقعات میں جہاں سرفروشانِ اسلام کے ذکر سے تاریخ اسلام روشن ہے وہاں کفار و مشرکین کی جانب سے ایک ایسی خاتون کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو بہت بعد میں ایمان لائیں اور صحابیات مجاہدات میں انکا شمار ہوا۔

''**حضرت هند بنت عتبه**'' اسلام کی بدترین مخالف تھیں، پوری قوت سے اسلام کے خلاف برسرِ پیکار رہیں، صرف میدان جنگ ہی میں نہیں بلکہ میدان شعر و شاعری میں بھی اسی درجہ انکا جوش و خروش تھا۔ انکی مخالفت کا عالم اتنا شدید تر تھا کہ کسی عرب خاتون کو اسلام دشمنی میں انکے مقابل پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جود و کرم کے بحر بیکراں اور عفو درگذر کے سمندر نے ان پر اپنے کرم کا ایسا مظاہرہ کیا کہ زمین و آسمان بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

انکا نسب اسطرح تھا۔ **هند بنت عتبه بن ربيعه بن عبد شمس بن عبد مناف** انکا پہلا نکاح ''**ناكح بن مغيره مخزومی** سے ہوا تھا، پھر دوسرا نکاح **ابو سفيان بن حرب** سے ہوا، انہیں کی اولاد میں امیر معاویہ تاریخ اسلام کے نامور شخصیت کی حیثیت سے معروف ہوئے، انکے باپ عتبہ، بدر کے میدان میں دوسرے سرداروں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے، اسلئے انکی بیٹی ہندہ کے دل میں جذبہ انتقام شدید تر ہو گیا، اتفاق سے عتبہ کے بعد سرداری انکے شوہر ابوسفیان بن حرب کے سپرد ہوئی، چنانچہ میاں بیوی کا مشن ہی مشترکہ طور پر انتقامی بن گیا،'' **هند بنت عتبه**'' عہد جہالت و کفر میں ہی نہایت شعلہ بیان مقررۃ اور شاعرہ تھیں، انہوں نے غزوہ احد میں اپنے اشعار کے ذریعہ مشرکین کو ابھارنے میں نمایاں کردار ادا کیا، جب انقلاب اسلام آیا تو کفر کی حدوں سے نکل کر اسلام کے باغ و بہار ماحول میں آپ نے قدم رکھا، اور پھر اسی جوش اور جذبہ سے اسلام کی مدافعت اور کفار کی مخالفت میں اپنے جوش اور جذبہ کو کام میں لایا، حتی

کہ عملی طور پر میدان جہاد میں حصہ لیتیں، اور بہادری کے جوہر دکھاتیں، انکے لب ولہجہ میں تلخی اور درشتی ہمیشہ سے تھی، بڑی بے تکلفی اور لحاظ کے بغیر گفتگو کرتی تھیں، اس ضمن میں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں انکی گفتگو کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت ابوسفیان نے فتح مکہ کے ایک دو روز قبل ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ جب ہندہ پر یہ حقیقت عیاں ہوچکی تو وہ بھی چند خواتین کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اس موقع پر جس طرح آنحضرت ﷺ سے گفتگو ہوئی ملاحظہ فرمائیے۔

ہندہ	:	یارسول اللہ (ﷺ) آپ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں؟۔
حضور اکرم ﷺ	:	شرک نہ کرو اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ (لہجہ میں تلخی اور بے باکی کا اندازہ کیجئے)۔
حضور اکرم ﷺ	:	چوری نہ کرو۔
ہندہ	:	میں اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ لیتی ہوں، معلوم نہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟۔
حضور اکرم ﷺ	:	اولاد کو قتل نہ کرو۔
ہندہ	:	ہم نے اپنے بچوں کو پالا تھا جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے انہیں قتل کردیا۔

(لہجہ کی تلخی یہاں بھی دیکھئے اور کس کے حضور میں)۔

شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہو کہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کی لاش مبارک کے ساتھ ہندہ نے جو سلوک کیا تھا، اسکے پیش نظر عفو و درگذر کی ایک رمق بھی حضور اکرم ﷺ سے بطور امید کے ان کے دل میں نہ تھی۔ لیکن رحمت عالم نے جب انکے تمام خطاؤں کو ایک ہی لمحہ میں معاف فرمادیا، تو ہندہ کی اندرونی کیفیت یکسر بدل گئی، ایمان کا جوہر حقیقی انہیں مل گیا اور بے ساختہ زبان پر یہ کلمات آ گئے۔

یارسول اللہ (ﷺ) اس سے پہلے میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہ تھا، لیکن آج آپ سے زیادہ کوئی محبوب و محترم نہیں۔ [12]

اب ہندہ صحابیات میں شامل ہوگئیں، اس واقعہ سے دو باتوں کا اظہار مقصود تھا ورنہ انکے اشعار

مختصر سے تعارف کے بعد پیش کئے جاسکتے تھے۔ اول تو یہ بتانا مقصود تھا کہ رحمت اللعالمین ﷺ نے اسلام کے پیغام کو پہنچانے میں جہاں طائف جیسے مقام پر جسمانی اذیت اور بے انتہا اذیت کو برداشت کیا اور طائف کی طرح بار ہا جسمانی اذیتوں کو جو نا قابل برداشت تھیں جھیلا، وہاں ذہنی اذیتوں کو بھی اسی طرح برداشت کیا۔ اور یہ اذیتیں بھی شدید جسمانی اذیتوں سے کسی طرح کم نہ تھیں وہ چچا جو اپنے بھتیجے کو حد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، اور جسکو اذیت پہنچانے کی خبر سنکر ابو جہل کے سر پر اس زور کی کمان ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہوگئی۔ ایسے محترم چچا کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا اور پھر انکی لاش کو سطرح مُسلہ کیا گیا کہ مختلف اعضاء کاٹ کر کر انکا ہار بنا کر گلے میں پہنا گیا، جنکی لاش مبارک دیکھ کر پھوپھی اور بھتیجہ (حضرت صفیہؓ اور رسول اللہ ﷺ) بے اختیار روئے تھے، وہ قاتل اور قاتلہ سامنے بیٹھے تھے لیکن اسلام کی خاطر اور رضائے الٰہی کیلئے س موقع پر اپنے تمام جذبات پر قابو پا کر عفو و درگزر کا ایسا مظاہر کرنا بھی کتنا دشوار تھا؟ یہ ایسی ہی قربانیاں تو تھیں جسکے سبب اسلام پتھروں سے زیادہ سختی رکھنے والے کے دلوں میں اتر جاتا تھا۔

دوسری بات یہ بتانی تھی کہ ہندہ کے اشعار میں جسطرح کے الفاظ ہیں اور ان کا جولب ولہجہ ہے اس کی حقیقت ان کے حالات و مزاج کو جانے بغیر معلوم نہیں ہوتی۔ ہند کے اشعار میں انکا مزاج انکا جوش اور جذبہ نمایاں ہے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اب وہی ہندہ ہیں کہ میدان کارزار میں بڑھ چڑھ کر اسی جذبہ اور جوش سے شریک ہیں، جب رومیوں کی زبردست یلغار سے مسلمان کبھی پیچھے کی جانب ہٹنے لگے تو یہ ہندہ ہی تو تھیں جو حضرت صفیہؓ کی طرح خیمہ کی چوب لیکر پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کے گھوڑوں کے منھ پر مارتیں، اور غیرت و جوش دلانے میں تو عرب خواتین میں اس وقت انکا کوئی ثانی نہ تھا، ایک مرتبہ ابوسفیان خود پیچھے ہٹ رہے تھے، ہندہ نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ کرسکیں اور خیمہ کی چوب لیکر اپنے شوہر ابوسفیان کی جانب لپکیں اور مخاطب ہوئیں۔

''خدا کی قسم! تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسول ﷺ کو جھٹلانے میں کس قدر شدید تھے؟ تمہیں آج موقعہ ملا ہے کہ میدان جنگ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسول خدا کی خوشنودی پر اپنی جان قربان کردو، اور خدا کے روبرو سرخرو ہو جاؤ''۔

حضرت ابوسفیان کو ہندہ کے اشعار سنکر اس قدر غیرت آئی کہ پلٹ گئے اور اپنی تلوار لئے دشمنوں کے بے پناہ سیل میں گھس پڑے، ہندہ کی شعلہ بنی کا یہ ادنیٰ کمال تھا۔

جب عتبہ قتل ہوا تو اپنے باپ کے غم میں اسطرح کہا:

یاعین بکی عتبه شیخاً شدیدُ الرقبة
لنهبطن یثربه بغارة مشعبة

ترجمہ:

اے آنکھ عتبہ پر رو، جو مضبوط گردن والا تھا، بوڑھا تھا۔ ہم یثرب پر ضرور ایک رتبہ ضرب پڑنے والے حملہ کے ساتھ نازل ہونگے۔

فیه الخیول مقربه کل سوادٍ سلهبه

جس میں لمبے لمبے نزدیک رکھ کر پالے ہوئے مشکی گھوڑے ہونگے۔

ہندہ کے جوش انتقام کا یہ عالم تھا کہ جنگ احد میں اتنا کچھ ہو جانے پر بھی ان کا سینہ سوز ،ن کی تسکین نہ ہوئی تھی جب احد کے میدان میں مشرکین واپس لوٹ گئے تو بقول ابن ہشام یہ اشعار کہنے لگیں:

رجعت وفی نفسی بلابل جمعة — وقد فاتنی بعض الذی کان مطلبی
من اصحاب بدرٍ من قریش و غیر هم — بنی هاشم منهم و من اهل یثرب
والکنی قد نلت شیئاً ولم یکن — کما کنت ار جو فی مسیری ومرکبی

ترجمہ:

میں اس حالت میں واپس آئی کہ میرے دل میں بہت سے غم باقی رہ گئے ،اور میرے وہ تمام مقاصد پورے نہ ہو سکے جو میں اصحاب بدر کے سلسلے میں پورے کرنا چاہتی تھی، جن میں قریش بنو ھاشم اور اہل یثرب شریک تھے۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے کسی نہ کسی حد تک اپنا مقصد پورا کر لیا مگر اس سفر بادیہ پیمائی اور جنگ جوئی سے جو حاصل کرنے کی امیدیں لیکر آئی تھی وہ تمام کی تمام پوری نہ ہوئیں۔

ہندہ کو زمانہ کفر میں اپنے باپ عتبہ کے قتل کئے جانے پر انتقام کا جوش سوار تھا جس نے جنونی کیفیت اختیار کر لی تھی مزید دو شعر میں یہی کیفیت دیکھئے۔

شفیت من حمزة نفسی باحد — حتیٰ بقرت بطنه عن الکبد
اذهب عنی ذاك ما کنت اجد — من لذعة الحزن الشید المعتمد

میں نے احد میں حمزہؓ سے اپنا دل خوب ٹھنڈا کر لیا، شکم چاک کر کے انکا جگر تک نکال لیا۔ اس بات سے ایک سخت اور جاں گسل رنج وغم کی ٹھیس ختم ہوگئیں جو میں اپنے سینہ میں محسوس کرتی تھی۔

عجیب وحشت اور دیوانگی کا عالم ہوگا، جب ہندہ نے حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چاک کر کے نکال لیا ہوگا اور ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ کر اور پورے غیض وغضب اور جوش وجنون میں چیار ہی ہونگی بروایت ابن ہشام۔

نحن جزينا كم ليوم بدر

والحرب بعد الحرب ذات سفر

ترجمہ:

آج ہم نے جنگ بدر کا بدلہ اتار دیا۔ یاد رکھو پہلی جنگ کے بعد دوسری جنگ ہوتی ہے، تو وہ زیادہ جوشیلی اور شعلہ بار ہوتی ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ کفر وجہالت کے دور میں ہندہ نے جو شعر اسلام کے خلاف کہے تھے انکا جواب بھی ایک خاتون نے ہی دیا تھا اور انکا نام بھی ہندہ ہی تھا اور ان کا پورا نام **ھندہ بنت اثاثه** تھا، جوابی شعر یہ بتا رہے ہیں کہ **ھندہ بنت عتبه** کے اشعار نے انکے سینہ میں بھی آگ لگادی تھی اور پھر یہ اشعار جواب میں ابل پڑے۔

"خزيتِ فى بدر و لِبعدِ بدرٍ، يا بنت وقاعٍ عظيم الكفر صبحك الله غداة الفجر ملها ثمين الطوالدهر بكل قطاع حسام يفرى حمزة ليتى و على صقر"۔

ترجمہ:

اے وہ عورت۔ تو ایسے شخص کی بیٹی ہے جو ذلت کے کاموں میں ہی پڑا رہتا تھا جسکا کفر بہت بڑھا ہوا تھا۔ تو جنگ بدر میں بھی ذلیل اور رسواء ہوئی اور جنگ بدر کے بعد بھی خدا کرے صبح صبح تکا بوٹی کر دینے والی تلواروں کے ساتھ لمبے لمبے قد والے حسین اور جہیم ھاشمیوں کا واسطہ تجھ سے پڑ جائے۔ حمزہؓ میرے شیر ہیں۔ اور علیؓ میرے شاہین۔

از رام شیب و ابو ك غدری

مخفباً منه "ضواحي النحر" و نذرك السوء فشر نذر

ترجمہ:

جب شیبہ اور تیرے باپ (عتبہ) نے مجھ سے غداری کی تو حمزہ اور علی نے انکے سینے کے کھلے حصوں کو لہولہان کر دیا۔

''ہندہ بنت اثاثہ'' کے شعر بتا رہے ہیں کہ یہ جنگ احد کے واقع سے پہلے کہے گئے ہیں، ہندہ بنت اثاثہ نے ہندہ بنت عتبہ کے اشعار کا جواب دیکر یہی خدمت انجام دی جو حضرت حسانؓ بن ثابت اپنے اشعار سے انجام دے رہے تھے۔

دوم: اسلام کی حمایت میں جس جوش اور جذبہ کا اظہار ہندہ بنت اثاثہ نے کیا ہے وہ اپنے مخالف سے کسی طرح کم نہیں ہے یہاں بھی وہی جوش اور ولولہ غالب ہے۔

انکے علاوہ تاریخ میں ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کی جدائی بسبب ہجرت ہوگئی تھی، انکے شوہر جن کا نام ابوالعاص تھا جدا ہوگئے تو انکی یاد میں آپ نے بے تابانہ اشعار کہے، جو اس زمانہ میں سماجی زندگی اور ازدواجی زندگی میں محبت کی قدر و منزلت کے عکاس ہیں، لیکن اسی طرح عرب خواتین بھی اپنے پاکیزہ محبت کے جذبات کا اظہار اشعار میں کیا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت عاتکہ بنت زید جنکے شوہر خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ تھے، انکی شہادت پر بڑے پُر درد انداز میں شعر کہے۔ انکے علاوہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق نے اپنے شوہر ''حضرت زبیر بن عوام'' کی شہادت کی خبر سنی تو بے اختیار انکی زبان پر اشعار آ گئے، جو تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت اسماءؓ میں ناراضگی اور کشیدگی حد درجہ بڑھ جانے کے سبب ''زبیر بن العوام'' نے انہیں طلاق دیدی تھی۔ اسکے باوجود زندگی کا ایک طویل عرصہ جس طرح گذارا تھا، ان پر خلوص اور محبت سے لبریز دنوں کی یاد کے سبب حضرت اسماء کی آنکھ پُرنم ہوگئی، اور زبان پر غم کے اشعار آ گئے، زبیر بن العوام کی ہمشیرہ حضرت زینب بنت عوام نے بھی اپنے بھائی حضرت زبیر کی شہادت کی خبر سنکر مرثیہ کے اشعار کہے، جو نہایت پُر درد ہیں۔

ان کے علاوہ حضرت اُمّ الہیثم نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی شہادت پر مرثیہ کہا، اور حضرت امامہ بنت ابوالعاص بیوہ ہوئیں، تو انکے لئے مرثیہ کہا، آپ کو مرثیہ نگاری میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ حضرت اُمّ ابان جنکا نکاح مشہور صحابی حضرت ابان بن سعید بن العاص سے ہوا تھا۔ یہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھیں، یعنی ہند بنت عتبہ کی بہن تھیں دمشق کی جنگ میں جو نہایت ھولناک جنگ تھی، اس میں حضرت ابان بن

سعید شہید ہو گئے، تو اُمّ ابان اپنے شوہر کے ہتھیار لگا کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں، خوب جوہر شجاعت دکھائے جب رومی بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے اور فصیل پر کھڑے ہو کر تیراندازی کرنے لگے تھے ان میں سے ایک پادری ایک برج میں اپنا نشان بلند کئے فتح کی دعا مانگ رہا تھا کہ ام ابان نے ایک تیر ایسا تاک کر مارا جو ٹھیک نشانہ پر لگا، اور نشان صلیب نیچے گر پڑا، مسلمانوں نے جھپٹ کر وہ نشان اٹھالیا اس پر رومی مشتعل ہو گئے، اور بڑا دروازہ کھول دیا، اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ حاکم دمشق تو باوجود مسلمانوں کی پیہم یلغار کے وہ کسی طرح پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا، ام ابان نے اس بدبخت کو ایسا تاک کر نشانہ بنایا کہ تیر اس کی آنکھ میں لگا اور وہ چیختا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ اس تمام واقعہ کا ایک عجیب وغریب پہلو یہ بھی تھا کہ مردوں کیطرح ام ابان تیر پھینکتی تھیں اور رجز کے شعر پڑھتی تھیں گویا عربی شاعری کی وہ روایت یہاں بھی ایک عرب خاتون نے زندہ کر دی تھی۔ ۱۸؎

عرب شاعرات کا یہ تذکرہ اگرچہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عرب شاعری میں ممتاز شاعرات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ایک علیحدہ کتاب تصنیف کی جا سکتی ہے۔ اس مقالہ میں ایک ایسی خاتون شاعرہ کا ذکر کرنا نہایت اہم اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنکی مثال عرب کی شاعری میں ان سے بہتر کسی اور خاتون شاعرہ کی نظر نہیں آتی، یہ وہ ''**مخضرمیة شاعرہ**'' ہیں یعنی انہوں نے عصرِ جاہلیت بھی دیکھا اور اس میں دن گذارے، اور شاعری کی بزم میں بھی شریک ہوئیں اور دورِ اسلامی میں مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اپنے چار جوان باہمت بہادر نوجوان فرزندوں کو اسلام کیلئے جنگ قادسیہ میں یکے بعد دیگرے حق کے نام پر قربان کر دیا۔ یقیناً ایسی دلیر، بہادر اور پُر درد شعر کہنے والی خاتون کے ذکر کے بغیر یہ مقالہ مکمل نہیں ہو سکتا، تاریخ میں انکا نام خنساءؓ ہے اور لقب ''ارثی العرب'' ہے۔

حضرت خنساءؓ بنت عمرو

طبقات الشعراء میں ہے کہ رات کی تاریکی میں ایک خیمہ ہے جسمیں ایک چراغ جل رہا ہے، جسکی لو صبح کی ہولناکیوں کے تصور سے لرز رہی ہے، جہاں آفتاب کے نمودار ہوتے ہی تاریخ کی ایک ہولناک جنگ سے تمام فضاء سرخ ہونیوالی ہے۔ ایک خاتون اپنے چار فرزندان توحید کو اپنے روبرو بٹھا کر مخاطب ہیں۔

''میرے بچو۔ تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی اور اس ذات لازوال کی قسم، جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ جسطرح تم ایک ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اسی طرح تم ایک باپ

کی اولاد ہو، میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل ورسوا کیا، تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ۔

خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کار ثواب نہیں، آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون﴾ سورہ آل عمران۔

ترجمہ:

اے ایمان والوں، صبر سے کام لو، اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ مراد کو پہنچو۔

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو، تو تجربہ کاری کیساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے، دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہوگیا ہے اور اسکے شعلے بھڑکنے لگے ہیں' تو تم خاص آتش دان جنگ میں کود پڑنا اور راہ حق میں دیوانہ وار شمشیر زنی کرنا اور دشمن کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہوگے۔

چاروں لخت جگر نے ہمہ تن گوش ہو کر یہ تاریخی خطاب اپنی والدہ سے سنا اور اسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا، صبح آغاز جنگ ہوا، فضاء گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑنے والی مٹی سے غبار آلود ہوگئی۔ چاروں صاحبزادوں نے ایک ایک کر کے اپنے جوہر دکھائے، اور جام شہادت نوش کرتے گئے۔ صبح جب ماں نے اپنے ان سپوتوں کو رخصت کیا تھا اسوقت رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دست بدعا ہو کر کہہ رہی تھی۔ الٰہی۔ میری کل متاع عزیز یہی کچھ تھی۔ اب تیرے سپرد ہے، جب شہادت کی خبریں ملیں تو سجدہ شکر میں گر گئیں کہ بیٹوں کو حق کی راہ میں شہادت نصیب ہوئی۔ قبیلہ بنو سلیم کی ایسی ہی شان تھی جس قبیلہ سے آپ تھیں۔

حضرت خنساء کے شعری اوصاف

حضرت خنساءؓ بچپن ہی میں شعر موزوں کرلیا کرتی تھیں۔ انکے والد کا جب انتقال ہوا تو انہیں فطری طور پر بے حد حساس ہونے کے سبب جو شدید صدمہ ہوا اس کو انکے دونوں بھائیوں نے اسطرح دلجوئی کر کے بانٹ لیا کہ وہ غم جاتا رہا لیکن اس کا لازمی نتیجہ بھائیوں سے محبت میں اضافہ تھا، پھر انکی پہلی شادی عبدالعزیٰ سے ہوئی جو بہت جلد وفات پا گیا۔ اس غم کو دور کرنے کیلئے انکی ایک اور شادی ''مرداس بن عامر''

سے کرادی گئی لیکن وہ بھی جلد وفات پا گیا۔ یہ صدمہ پر صدمہ انکا نصیب بن گیا لیکن بھائی ایسے تھے کہ بہن کی دلجوئی میں سب کچھ کر گذرتے اور اسطرح اس کا غم ہلکا ہو جاتا، اسی غمزدہ ماحول میں انکی شاعری پروان چڑھتی رہی، اور مرثیہ گوئی میں یہ تمام غم ڈھل گئے اب ایک اور صدمہ جانکاہ پیش آیا کہ قبیلہ کی ایک لڑائی میں خنساءؓ کے دونوں بھائی مارے گئے، اس واقعہ نے زندگی کا رخ تبدیل کر دیا، اشعار میں غضب کی تاثیر آ گئی اور اسطرح مرثیہ گوئی میں انکا مقام سب سے بلند تر ہوتا گیا۔

حضرت خنساءؓ کا مقام شاعری میں کیا تھا اس سلسلہ میں یہ حوالے ملاحظہ فرمائیں
علامہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں۔

''تمام علماءِ شعر و سخن اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی عورت شعر گوئی میں خنساءؓ کے برابر نہیں ہوئی، نہ اس سے پہلے، اور نہ ان کے بعد
(اسد الغابہ)

بنوامیہ کے مشہور شاعر ''جریر'' سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا اور خوب انصاف سے کہا ''اگر خنساءؓ نہ ہوتی تو میں سب سے بڑا شاعر تھا۔

اب اس حوالہ کو بھی دیکھئے کہ حضرت خنساءؓ کی شاعری کا سکہ صرف عہد رسالت مآب ﷺ تک ہی نہیں چلتا رہا بلکہ کہاں تک اس کی قدر تھی؟۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی تصنیف ''اصابہ'' ۱۹ میں لکھتے ہیں کہ عہد بنوامیہ کا مشہور شاعر ''اخطل'' جو اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی بدولت نابغہ ذبیانی کا ہم رتبہ شمار ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں گیا اور ایک مزاحیہ قصیدہ پیش کرنے کی اجازت چاہی، عبدالملک صاحبِ علم اور سخن فہم شخص تھا اس نے جواب دیا۔

''اگر تم مجھے شیر اور سانپ سے تشبیہ دینا چاہتے ہو تو میں تمہارے شعر نہیں سنوں گا ہاں اگر تم خنساءؓ جیسے اشعار پیش کرنا چاہو تو پیش کر سکتے ہو۔''

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا، نبی اکرم ﷺ نے ہجرت فرمائی اور یثرب مدینۃ النبی ﷺ بن گیا، دین حق کی خوشبو ہر سو پھیلی تو خنساءؓ نے بھی مدینہ کا رخ اختیار کیا، حضور ﷺ کے دست مبارک پر مشرف با سلام ہو گئیں۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ:

اس موقع پر سرور کونین ﷺ بڑی دیر تک حضرت خنساءؓ کا فصیح و بلیغ کلام سماعت فرماتے رہے، حضرت خنساءؓ اشعار سناتی جاتیں اور حضور اکرم ﷺ فرماتے جاتے۔ ''شاباش اے خنساءؓ''

حضور نبی ﷺ کا دیر تک اشعار کا سماعت فرمانا اور پھر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمانا حضرت خنساءؓ کی شاعری کے افضل اور بہترین ہونے کی دلیل معتبر ہے، لیکن واقعات کی اس کڑی کو ہم ایک اور اہم تاریخی واقعاتی حوالہ پر ختم کریں گے کیونکہ شاعرات کے باب میں یہ آخری کڑی ہے۔

مکے کا بازارِ عکاظ ایک ایسا مقام تھا جو مکہ سے چند کوس کے فاصلہ پر تھا اور یہاں عرب سالانہ میلہ لگایا کرتے تھے جس میں ہر طرف خیمے ہی خیمے نصیب ہوتے۔ خرید و فروخت کا سامان دور دور سے آتا۔ محفلیں سجائی جاتیں، خطباء اپنی خطابت کے جوہر دکھا کر اپنی شہرت حاصل کرتے اور شعراء بھی بہت بڑی تعداد میں یہاں آکر اپنے جوہر دکھاتے اور اپنی شاعری کا سکہ چلانے کا اہتمام کرتے، یہ بات اسلام سے قبل عہد جاہلیت کی ہے جہاں خنساءؓ بھی بطور مشہور و ممتاز شاعرہ کے جاتیں انکا خیمہ جس جگہ نصب ہوتا تھا اس پر ایک جھنڈا بھی نصب ہوتا تھا جس پر لکھا ہوتا ''الخنساء ارثی العرب'' (عرب کی عظیم مرثیہ گو) اسی بازار میں عرب کے ایک عظیم شاعر نابغة ذبیانی کی بھی مجلس ہوتی۔ بڑے بڑے ممتاز شعراء عرب نے نابغہ ذبیانی کو اپنا کلام سنانے میں اپنے لئے اعزاز اور فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت خنساءؓ نے (اسلام سے قبل) جب نابغہ کو اپنے اشعار سنائے تو وہ بول اٹھا۔

''واقعی تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہے اگر میں اس سے پہلے ابو بصیر (اعشیٰ) کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے تمام شعراء پر فضیلت و فوقیت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو جن و انس میں سب سے افضل ترین شاعرہ ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر حضرت حسانؓ بن ثابت بھی موجود تھے۔ حضرت حسانؓ اس زمانہ میں بھی مشہور شعراء عرب میں شمار ہوا کرتے تھے، اسلام کے بعد تو وہ شاعر دربارِ رسالت ﷺ بن گئے۔ خنساءؓ کی بابت نابغہ کی زبان سے اس طرح کے تعریفی کلمات سن کر برہم ہو گئے اور نابغہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے خنساء کی طرف دیکھا تو انہوں نے (خنساءؓ نے) حضرت حسان بن ثابتؓ کو مخاطب کر کے کہا ''تمہیں اپنے قصیدہ کے کس شعر پر ناز ہے؟۔

حضرت حسان نے یہ شعر پڑھا:

لنا الجفنات الغریلمن فی الضحیٰ　　　واسیا فنا یقطرن من نجدةٍ دما

ترجمہ: ہمارے پاس بڑے بڑے شفاف برتن ہیں جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں بلندی سے خون ٹپکاتی ہیں۔

حضرت خنساءؓ نے یہ شعر سنکر برجستہ کہا کہ یہ شعر سات آٹھ مقامات پر بلندی سے گر گیا ہے، پھران مقامات کی تشریح کی اور کہا کہ ''جفنات'' کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے، اس کی جگہ ''جفان'' ہونا بہتر ہوتا، ''غر'' پیشانی کی سپیدی کو کہتے ہیں اس کی بجائے ''بیض'' کا لفظ بہتر تھا، ''یلمن یا یلمعن'' عارضی چمک کو کہتے ہیں، اس کی بجائے یشرقن بہتر تھا، کیونکہ اشراق لمعان سے زیادہ دیرپا ہوتا ہے، اسی طرح ''ضحیٰ'' کی جگہ ''وجی'' بہتر تھا کیونکہ روشنی سیاہی میں زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے۔ اسیاف جمع قلت کا صیغہ ہے ''سیوف'' کہنا چاہیے تھا، ''یقطرن'' میں وہ خوبی نہیں جو ''لیسلن'' میں ہے اسی طرح لفظ ''دم'' کے مقابل دماء میں کثرت کا مفہوم ہے، حضرت خنساءؓ کی ذہانت اور برجستگی دیکھ کر حضرت حسانؓ خاموش ہو گئے۔ [۲۰]

نابغہ ذبیانی کا اصل نام مورخین نہیں لکھتے ویسے بھی بہت کم لوگوں کو معلوم ہے انکا اصل نام ''زیاد بن عمر'' تھا جسے واقعتاً آج شاذ ونادر ہی کوئی جانتا ہے۔ جب اسی زیاد بن عمر نے یہ شعر کہا '' فقد نبغت لنا منهم شئون '' تو اس کا ایک مصرع ہی ان کا لقب نابغہ ہو گیا۔

جس طرح ربیعہ نے کہا ''انا مسکین لمن البصر نی ولمن حاورنی جد نطق'' اور ربیعہ کو ''مسکین'' کے نام سے شہرت ہو گئی۔

حضرت خنساءؓ کی شاعری میں فخر کا پہلو ابتداء میں آیا کہ والد قوم کے معزز مانے جاتے تھے مرثیہ گوئی حالات کے سبب بعد میں ہوئی اس لئے پہلے فخریہ اشعار کی مثال اور پھر مرثیہ کی:

ومن ظن ممن یلاقی الحروب　　　بان لا یصاب فقد ظن عجزا
نعف و نعرف حق القریٰ　　　ونتخذ المحمد ذخراً و کنزا
ونلبس فی الحرب نسبح الحدید　　　وفی المسلم نلبس خزاً ونبرا

ترجمہ:

''اور جو جنگوں میں حصہ لیکر یہ خیال کر رہا ہے، ۔۔۔ ہم باعث ننگ و عار امور سے پرہیز کرتے

ہیں اور میزبانی کے فرائض خوب جانتے ہیں، لوگوں کی حمد وثناء کو ذخیرہ وخزانہ سمجھ کر جمع کر لیتے ہیں"۔۔۔ جنگ میں ہم لوہے کی بنی ہوئی پوشاک (زرہیں) پہنتے ہیں اور صلح وامن کے زمانہ میں ریشم وکتان کا لباس فاخرہ زیب تن کرتے ہیں۔ رنج والم کے جذبات اس طرح بیان کرتی ہیں (مرثیہ کے اشعار)۔

عینی جودا ولا تجمدا

الآتبکیان الفتیٰ الندی

الا تبکیان الجری الجمیل الا تبکیان الفتی السیدا

رفیع المعاد، طویل النجاد ، ساد عشیرۃ امردا

ترجمہ:

"اے میری آنکھ۔ خوب آنسو بہاؤ اور خشک نہ ہو جاؤ کیا مجسمہ جود وسخا "صخر" کیلئے تم آنسو نہ بہاؤ گی؟ کیا اس خوبصورت، بے باک جواں مرد پر تم سوگ نہیں کرتیں؟ کیا اس نوجوان سردار پر تم گریہ نہیں کرتیں؟

جسکے خیمے کے ستون بلند تھے، قد آور ہونے کے سبب سے، جسکی تلوار تلہ لمبا تھا اور جو داڑھی نکلنے سے پیشتر نوجوانی میں ہی اپنی قوم (قبلیہ بنو سلیم) کا سردار بن چکا تھا۔

عربی اشعار کا اردو ترجمہ اور اسکے مفہوم کو سمجھا تو سکتا ہے لیکن زبان کا جو لطف اور چاشنی اصل عربی عبارت میں ہے وہ ترجمہ میں اور وہ بھی غیر منظوم میں کس طرح آسکتی ہے؟ دیکھئے اپنے بھائی صخر کو یاد کر کے کیا عجیب بات کہتی ہے۔

الا یا صخر ابکیت عینی	فقد اضحکتنی دھرا طویلا
دفعت بك الحظوب وانت حی	فمن ذا یدفع الحطب الجلیلا
اذا قبح البکاء علی قتیل	رأیت بکاء ك الحسن الجمیلا

ترجمہ:

"اے صخر۔ اگر تم میری آنکھوں کو رلا رہے ہو تو ایک طویل زمانہ تک تو تم نے مجھے ہنسایا بھی تو ہے۔ جب تم حیات تھے تو میں اپنی مصیبتیں تمہارے ذریعہ سے دور کرتی تھی، لیکن اب اس بڑی مصیبت کو،

کون دور کریگا؟ جب کسی مقتول پر رونا بُرا مانا جاتا ہے اسوقت بھی میں تجھ پر رو رہی ہوں، اور رو کر اچھا اور پیارا کام تصور کرونگی۔ [۲۱]

اسلام لانے کے بعد بھی حضرت خنساءؓ کے دل سے اپنے محبوب بھائیوں بالخصوص صخر کی یاد محو نہ ہوسکی۔ وہ ایام جاہلیت کے دستور کے مطابق صخر کے سوگ میں ہمیشہ اپنے سر پر بالوں کا ایک کچھا (یا سر بند) باندھے رہتی تھیں۔

علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ حضرت خنساءؓ کعبہ کا طواف کر رہی ہیں۔ اور سر پر سوگ کی علامت کے طور پر سر بند باندھ رکھا ہے حضرت عمرؓ نے انہیں بلا کر فرمایا ''اسلام اس قسم کے سوگ کی اجازت نہیں دیتا۔ انہوں نے عرض کیا، امیر المومنین کسی عورت پر غم والم کا ایسا پہاڑ نہ ٹوٹا ہوگا۔ میں اسے کیسے برداشت کروں؟۔

حضرت عمرؓ نے انہیں دلاسے دیتے ہوئے فرمایا:

> ''اس دنیا میں لوگوں کو اس سے بھی بڑھکر مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا ہے، ذرا ان کے دلوں میں جھانک کر تو دیکھو۔ جس چیز کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اس کو اختیار معصیت ہے۔ اس کے بعد حضرت خنساءؓ نے سوگ کی علامت ختم کر دی، لیکن صخر کو ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس کی یاد میں ان کا رونا دھونا برابر جاری رہا، لیکن اب انہوں نے دوسری صورت اختیار کر لی، کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد وہ اس قسم کے اشعار پڑھا کرتی تھیں۔

كنت ابكى له من الثار　　　　وانا اليوم ابكى له من النار

یعنی پہلے تو میں صخر کو بدلہ لینے کی خاطر رویا کرتی تھی، اور اب اس لئے رو رہی ہوں کہ وہ قتل ہو گیا، اور اسلام نہ لاسکا۔ اور اب جہنم کی آگ میں جل رہا ہوگا۔

حافظ ابن حجرؒ اس سلسلہ میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت خنساءؓ کبھی کبھی حضرت عائشہ الصدیقہؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتیں۔ اور ان کے سر پر ہمیشہ بالوں کا ایک کچھا بندھا ہوتا تھا۔ جو عرب میں انتہاء غم کا مظہر ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ الصدیقہؓ نے فرمایا کہ اس طرح کا سر بند باندھ کر سوگ منانا اسلام میں منع کیا گیا ہے حضرت خنساءؓ نے جواب دیا۔

ام المومنین یہ سربند باندھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔

حضرت عائشہ الصدیقہؓ نے پوچھا وہ کیا؟ حضرت خنساءؓ نے کہا ام المومنین میرا خاوند انتہائی فضول خرچ اور قمار باز تھا۔ اس نے اپنا زر اور مال جوئے میں ہار دیا۔ اور ہم دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ جب میرے بھائی نے اپنے بقایا کا بہترین نصف حصہ میرے حوالے کر دیا۔ صخر کی بیوی اس پر معترض ہوگئی کہ تم اپنے مال کا بہتر حصہ اپنی بہن کو دیتے ہو؟ اور اس کا شوہر اسے قمار بازی میں تلف کر دیتا ہے یہ سلسلہ آخر کب تک چلے گا؟۔

میرے بھائی نے جواب دیا، خدا کی قسم اپنی بہن کو اپنے مال کا بدترین حصہ نہیں دونگا۔ وہ پاک دامن ہے اور میرے لئے یہ کافی ہے کہ میں اس کے ننگ و عار کا لحاظ رکھو، اگر میں مرجاؤنگا تو وہ اپنی اوڑھنی میرے غم میں چاک کر ڈالے گی، اور میرے سوگ میں اپنے سر پر بالوں کا سربند باندھے گی، چناچہ میں یہ سربند اپنے شجاع اور سخی بھائی کی یاد میں باندھی ہوں۔ بہرصورت حضرت عمر فاروقؓ یا حضرت عائشہ الصدیقہؓ کی تنبیہ کے بعد انہوں نے یہ سربد باندھنا چھوڑ دیا اور رضائے الٰہی پر شاکر ہوگئیں۔

حضرت خنساءؓ کی زندگی کا سب سے تابناک واقعہ وہ ہے جس میں وہ اپنے چاروں بیٹوں کو ساتھ لیکر جنگ قادسیہ میں شریک ہوئیں۔ یہ جنگ حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہدِ خلافت میں عراق کی سرزمین پر لڑی جانے والی نہایت خون ریز اور فیصلہ کن جنگوں میں سے ایک ہے۔ اس لڑائی میں سلطنتِ ایران نے اپنے دو لاکھ آزمودہ کار جنگجو، اور تین سو جنگی ہاتھی مسلمانوں کے مدمقابل لا کھڑے کئے تھے۔ دوسری طرف مجاہدین اسلام کی تعداد صرف تیس اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ ان میں سے بعض مجاہدین کے ساتھ ان کے اہل وعیال بھی جہاد میں حصہ لینے کے لئے قادسیہ آئے تھے۔ اس موقع پر آپ بھی جذبہ جہاد سے سرشار اپنے چار نوجوان فرزند کیساتھ میدان جنگ میں کھڑی تھیں۔ اور اپنے فرزندوں کو یہ نصیحت کر رہی تھیں۔

> میرے بچو! تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بھی بے داغ، خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھکر کوئی کار ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون﴾ ۲۲

ترجمہ:

اے مسلمانوں! صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو۔

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ مراد کو پہنچو۔

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو، تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس کے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہوگئے۔ چاروں فرزندوں نے کی زبان ہو کر کہا: اے ماں!

انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی، صبح جب معرکہ کارزار گرم ہو، تو ان خاتون کے چاروں فرزند اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے ایک ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے، آخر دشمن کے سیکڑوں جنگجوؤں نے انہیں اپنے نرغے میں لے لیا۔ اس حالت میں بھی یہ سرفروش مطلق ہراساں نہ ہوئے۔ اور بیسوں، سپاہیوں کو خاک وخون میں لوٹا کر خود بھی رتبہ شہادت پر فائز ہوگئے لیکن جب ان خاتون نے ان چاروں کی شہادت کی خبر سنی تو جزع فزع اور نالہ و فریاد کے بجائے بارگاہ رب العزت میں سجدۂ ریز ہوگئیں، اور ان کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے۔ ''الحمد لله الذی شرفنی بقتلهم''، یعنی اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے ان کے راہ خدا میں قتل ہونے کا شرف بخشا ۲۳۔

یہ الفاظ ان کے ایمان محکم اور صبر و رضا پر دال ہیں۔ یہ خاتون جنہوں نے تسلیم و رضا اور صبر تحمل کا وہ عظیم الشان مظاہر کیا کہ چشم فلک نے کبھی اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔

حضرت خنساءؓ کے یہ بچے جنگ قادسیہ سے پہلے بھی کئی دوسری لڑائیوں میں داد شجاعت دے چکے تھے اور حکومت کی طرف سے ہر ایک کے نام دو سو درھم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا تھا ۲۴۔

ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہ وظیفہ حضرت خنساء کے نام منتقل کر دیا، اسلام کی اس جلیل القدر خاتون خنساءؓ نے جنگ قادسیہ کے سات آٹھ سال بعد ۲۴ ھ میں وفات پائی۔ سیر الصحابیات میں ہے کہ حضرت خنساءؓ کا عظیم دیوان مع شرح ۱۸۸۸ء میں بیروت سے چھپا، پھر ۱۸۸۹ء میں اس کا فرانسیسی ترجمہ طبع ہوا۔ مولانا ندوی کے مطابق خنساءؓ کے دیوان کی شرح ایک عیسائی ادیب اویس یسوعی نے انیس الجلساء کے نام سے لکھی تھی اور یہ مطبع ''کاٹولیکہ'' بیروت سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی (فاران کراچی جولائی ۱۹۶۷ء)، اگرچہ خنساء سے کوئی حدیث مروی نہیں لیکن ان کا شمار بھی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ اور ادب عربی کے حوالے سے جن کے حُسنِ کلام کی خود حضرت سید المرسلین ﷺ نے تعریف و تحسین فرمائی ہو ان کی جلالت قدر اور علو مرتبت میں کسی کو شک بھی کیا ہو سکتا ہے؟۔

مراجع ومصادر

۱۔ تاریخ ادب عربی ڈاکٹر شوق ضیف مطبوعہ/ القاہرہ ۱۹۷۲ء

۲۔ ابن ہشام/ محققہ احمد شاکر القاہرہ/ مطبوعہ ۱۹۵۵۔

۳۔ مشکوۃ النعت/ ادیب رائے پوری/ نقلاً معارج النبوت لکھنو/ انڈیا

۴۔ حدائق بخشش مولانا احمد رضا بریلوی/ مطبوعہ کراچی

۵۔ زرقانی علی المواہب ج ۳/ ۲۲۵ مطبوعہ مصر

۶۔ حدائق بخشش مولانا احمد رضا بریلوی/ مطبوعہ کراچی۔

۷۔ نفس المصدر

۸۔ حدائق بخشش مولانا احمد رضا بریلوی/ مطبوعہ کراچی

۹۔ طبقات ابن سعد ج ۱/ ۲۲/ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۰ء اور سیر الصحابیات/ مولانا نعیم صدیقی اعظمی

۱۰۔ تذکار صحابیات/ طالب ھاشمی/ لاہور ۱۹۹۰ء/ اور رحمۃ للعالمین ج ۲ سلیمان منصور پوری

۱۱۔ سیرت ابن ہشام، محققہ محمود شاکر ج ۱/ ۲۲ دار المعارف قاہرہ/ مصر

۱۲۔ اصابۃ/ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ/ القاہرہ

۱۳۔ سیرت ابن ھشام ج ۱/ ۱۲۰۔

۱۴۔ اصابۃ/ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ/ القاہرہ

۱۵۔ سیر الصحابیات۔ طالب ہاشمی/ لاہور

۱۶۔ ادبیات عرب/ حسن زیات مطبوعہ/ القاہرہ ۱۹۵۰ء

۱۷۔ نفس المصدر

۱۸۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ/ القاہرۃ

۱۹۔ اصابۃ فی تمیز الصحابۃ/ القاہرۃ

۲۰۔ طبقات الشعراء/ لابن قتیبہ/ مکتبۃ المثنیٰ بغداد/ العراق
۲۱۔ مشکوٰۃ النعت ص ۲۹۳ مطبوعہ کراچی/ ادیب رائے پوری
۲۲۔ سورۂ آل عمران/ آیۃ ۲۰
۲۳۔ ماہنامہ فاران، کراچی ۱۹۶۷ء
۲۴۔ دراسات فی الشعراء الاسلامی/ شوقی ضیف/ مطبوعہ القاہرہ ۱۹۷۲ء